حضرۃ مولانا سید شیر علی شاہ المدنی الحقانی
رئیس ہیئۃ التدریس بجامعہ منبع العلوم

سید المحدثین فی عصرہ، شرف الملۃ والدین فی عہدہ کی

نورانی زندگی کے چند درخشندہ اوراق

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

ہمارے موقر شیخ، سید المحدثین فی عصرہ، وشرف الملۃ والدین فی عہدہٖ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق قدس اللہ سرہٗ ونور ضریحہ کی نورانی زندگی کے درخشندہ اور زریں اعمال جلیلہ کو کتابی شکل میں مدون کرنے کا مبارک عزم قابل تبریک اور موجب صد تحسین ہے' ایسے نابغۂ روزگار علماء ربانیین اور مقبولین بارگاہِ الٰہی جنکی تمام تر حیات مستعار قال اللہ اور قال الرسول میں بسر ہوئی ہو، ایسے روحانیوں کی ہر حرکت وسکون نشست وبرخاست' ارشادات وملفوظات، اعمال واحوال فرزندان اسلام کے لیے بالعموم اور مسترشدین وخدام کے لیے بالخصوص سنگ میل اور مشعل راہ ہوتے ہیں، خالق حسن وجمال نے ہمارے حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کو جملہ ظاہری، باطنی، علمی، عملی محاسن وکمالات سے آراستہ فرمایا تھا، انکی اخلاقی، معاشرتی، معاشی، تدریسی، تبلیغی، سیاسی کارنامہائے نمایاں کے دائرے اتنے طویل وعریض ہیں جنکو احاطۂ تحریر میں منضبط کرنے کے لیے ایک مستقل انجمن درکار ہے، اللہ تعالیٰ برادرم مولانا سمیع الحق صاحب کو جزائے خیر عطا فرمادے کہ اس نے اس اہم عظیم کام کے لیے حضرت الشیخ کے جملہ تلامذہ، خدام اور معاصرین کو متوجہ کیا تاکہ اپنے جلیل المنقبت' جبل الاستقامت والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کے متنوع فضائل ومآثر، علمی' عملی، جہادی خدماتِ مبارکہ سے علمی دنیا کو بصارت نوازی اور بصیرت افزائی کا گرانقدر ہدیہ پیش فرمانے کی سعادت حاصل کریں، مجھے بھی اس سلسلہ میں ان کا مکتوب گرامی موصول ہوا تھا، پھر عزیزم مولانا عبد القیوم حقانی صاحب نے بھی دو تین بار یاد دہانی فرمائی، مگر شومئ قسمت کہ تدریسی مشاغل اور بعض دیگر عوارض تعمیل حکم کی راہ میں حائل رہے' اب جبکہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت طیبہ پر ایک ضخیم تذکرہ کتابی شکل میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والا ہے، برادرم مولانا عبد القیوم صاحب کو اللہ تعالیٰ دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے کہ انہوں نے ایک بار پھر اس ناچیز کو توجہ دلائی کہ اس تاریخی شاہکار میں احقر کے چند سطور بھی شامل ہوجائیں۔ الحمد للہ کہ آج چند لمحے فرصت نصیب ہوئی اور اس ادنیٰ خادم وتلمیذ کو اپنے عظیم محسن' شفوق اور عطوف والد روحانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق، اعلی اللہ درجاتہ فی جنات الفردوس کے سوانح نگاروں میں شرکت کا شرف نصیب ہوا، درحقیقت اس ناچیز پر حضرۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ان گنت احسانات ہیں جن میں کسی ایک احسان کا حق تشکر تا زیست ادا نہیں کرسکتا۔

ربّ المحسنین جل جلالہ ان کو ان احسانات کا صلہ جنّات النعیم کے ابدی نعیم مقیم اور اپنے رضوان عظیم سے عطا فرمادے۔

ناچیز کا تعلق حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس وقت سے ہے جبکہ حضرت دارالعلوم دیوبند سے دستارِ فضیلت کا شرف حاصل کرکے اپنے وطن مالوف تشریف لائے اور اپنی مسجد میں علوم دینیہ کی تدریس کا مقدس فریضہ سرانجام دینے لگے، تقریبًا پندرہ سولہ بڑے طلبہ ان سے اکتساب فیض کرنے لگے ان میں میرے ماموں مولانا سید مبارک شاہ صاحب اور میرے بڑے بھائی سید محسن شاہ صاحب بھی شامل تھے، میں بھی بعض اوقات ان کے ساتھ چلا جاتا، میں اگرچہ اس وقت بہت کم سن تھا مگر مجھے وہ نقشہ بالکل یاد ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید بالالتزام دیا کرتے تھے جس میں کافی لوگ شریک ہوتے تھے، ہمارے والد بزرگوار مولانا سید قدرت شاہ مرحوم کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گہرے روابط وتعلقات تھے ان دنوں میں حضرت کا یہ معمول تھا کہ وہ عصر کی نماز اپنے مسجد محلہ ککے زئی میں پڑھا کر ہماری مسجد محلہ اعظم گڑھ اپنے مخلص رفیق محمد حسین مرحوم پوسٹ ماسٹر سمیت تشریف لاتے' میرے والد مرحوم ان کے انتظار میں ہوتے تھے یہ تینوں مسجد اعظم گڑھ سے ریلوے لائن کے کنارے اسٹیشن تک چہل قدمی کرکے واپس آکر مغرب کی نماز مسجد اعظم گڑھ میں پڑھتے تھے میں بھی ان کے پیچھے اس چہل قدمی میں شریک ہوتا، مغرب کی نماز کے بعد بعض اوقات نمازیوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث شریف یا آیت کریمہ کا ترجمہ فرماکر مختصر وعظ فرماتے پھر میرے والد مرحوم انکے ہمراہ ہوکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے دولت کدہ تک آتے ان ایام میں اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی شادی یا غمی کی تقریبات میں باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو والد مرحوم کو اپنے ساتھ لیجاتے، سال میں ایک دو دفعہ

میرے والدین کرام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعوت کا انتظام فرماتے جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا معروف گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کے دیگر قریبی احباب شامل ہوتے۔ ہمارے تمام خاندان کے چھوٹے بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمند تھے اور انکی دعوات صالحہ کو اپنے لیے باعث خیر و برکت سمجھتے تھے والدین کرام کی وفات کے بعد ایک دفعہ مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مزاحیہ انداز میں فرمایا کہ آپ نے اپنے والدین کرام کی سنت طیبہ — (دعوت) کو کیوں چھوڑ دیا ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے اساتذہ اور حضرت مہتمم دار العلوم دیوبند کی دعوت پر اپنے مادر علمی دار العلوم دیوبند میں تدریس کے لیے تشریف لے گئے تو میرے والد مرحوم کو انکی جدائی کے صدمہ پر بہت رنجیدہ اور شدید مغموم ہوئے اور ہر وقت گھر میں ان کے اوصاف مبارکہ بیان فرماتے اور ان کے لیے دعائیں فرماتے، ماہ شعبان میں جب حضرت کے ورود و مسعود کے دن قریب ہو جاتے تو ہمارے والد مرحوم اور دیگر جملہ وابستگان اور معتقدین کے لیے عید جیسا سماں ہوتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ تعلیم القرآن (پرائمری سکول) کی بنیاد رکھی پھر جب دار العلوم دیوبند میں مدرسی کا منصب نصیب ہوا تو مدرسہ تعلیم القرآن میں ایک شعبہ عربی کا قائم کیا اور اس میں اکوڑہ خٹک کے ایک جید عالم قاضی حبیب الرحمٰن صاحب فاضل دار العلوم دیوبند کو مدرس مقرر کیا۔

میں اور قاضی انوار الدین صاحب پرائمری سکول تعلیم القرآن سے فارغ ہو گئے تھے ہم دونوں اس شعبۂ عربی کے اولین طلبہ بن گئے اکوڑہ کے دیگر لڑکے بھی اس میں شامل ہوتے مگر وہ سال دو سال کے بعد شعبہ عربی کو چھوڑ کر انگریزی ہائی سکول میں داخل ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء میں جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ شعبان کی تعطیلات میں اپنے گاؤں واپس تشریف لائے تو مجھے والد مرحوم نے یہ خوشخبری سنادی کہ اس دفعہ آپ کو حضرت کے ساتھ دار العلوم دیوبند بھیجوں گا، مجھے اتنی خوشی ہوئی جس کا کوئی اندازہ نہیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اسی شعبان کے وسط میں میں نے اور قاضی انوار الدین صاحب نے کافیہ شروع کیا، حضرت اپنے پرانے بیٹھک میں جلوہ افروز ہوتے ہم بالالتزام صبح سات بجے حاضر ہوتے حضرت کے مبارک ہاتھوں میں تحریر سنبٹ کی کتاب ہوتی اور وہ ہمیں تقریباً ایک گھنٹہ کافیہ پڑھاتے، مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دن حضرت ہمیں درس فرما رہے تھے، انکی نگاہ کھڑکیوں کی طرف اٹھی تو لاحول ولا قوۃ إلا باللہ، استغفر اللہ پڑھنے لگے میں نے کھڑکیوں کی طرف دیکھا تو لوگ ہندوؤں کی دکانوں اور گھروں کا سامان اٹھاتے ہوئے لے جا رہے تھے حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ بہت ظلم ہو رہا ہے اور فرمایا کہ خدا خیر کرے اب اس تقسیم سے خون کی ندیاں بہنے لگیں گی اور دار العلوم دیوبند اور دیگر دینی مدارس سے ہمارے طلبہ محروم ہو جائیں گے، اس صدمہ سے حضرت ہمیں دو تین دن اسباق نہ پڑھا سکے اور اس کے بعد جب درس سے فارغ ہوتے تو اپنے مادر علمی دار العلوم دیوبند اور اس کے اکابر کی یادیں اور تذکرے فرماتے۔ ماہ شوال کے ابتداء میں حضرت کی خدمت میں سرحد کے وہ طلبہ حاضر ہوتے جو حضرت سے دیوبند میں پڑھتے تھے جس میں لوند خوڑ کے مولانا عبد الجلیل اور رشیدو کے مولانا عبد الحمید، جہانگیرہ کے مولانا لطف الرحمٰن، آدم زئی کے مولانا امیر خان اور رمندی کے مولانا نور محمد اور کابل کے قاری عبد الغفار اور چترال کے مولانا حیات شاہ اور اضاخیل کے مولانا زیارت شاہ المعروف بہ اخی صاحب اور مغلکی کے مولانا سلطان محمود اور پیر سباق کے مولانا گل رحمٰن، تنگی کے مولانا حبیب اللہ مرحوم اور عمر زئی کے قاضی فضل منان و قاضی فضل دیان اور دیگر طلبہ شامل تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان طلبہ کی حالت زار پر رحم و کرم فرماتے ہوئے ان کو ان کی مطلوبہ کتابیں شروع کیں، رفتہ رفتہ علاقہ بھر میں شہرت ہو گئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم دیوبند سے رہ جانے والوں کے لیے درس شروع کر دیا ہے، حضرت ان ایام میں دورۂ حدیث شریف کی کتابوں کے علاوہ موقوف علیہ کی کتابیں بھی پڑھانے لگے کچھ طلبہ کو میبذی بھی پڑھانے لگے، صبح سے شام تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، محترم قاضی حبیب الرحمٰن صاحب تو پہلے ہی سے شعبۂ عربی کے مدرس تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مغلکی کے حضرت مولانا محمد شفیق مرحوم اور حضرت مولانا محمد فیاض مرحوم اور محترم مولانا اسرار الحق صاحب کو بھی دعوت دی جو دار العلوم دیوبند کے فضلاء اور حضرت کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے یہ حضرات بھی مختلف کتابیں پڑھانے لگے اور الہامی طور پر اس درس گاہ کا نام "دار العلوم حقانیہ" رکھا گیا جس میں اس کے مؤسس و بانی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک نام کی طرف اشارہ ہے اور ساتھ حق گوئی اور حق پرستی کا ایک مرکز ہے، ان دنوں میں اسی عظیم مرکز کے جملہ امور حضرت کی مسجد میں سرانجام ہوتے تھے اور ان دنوں میں دفتر اہتمام و انتظام کے لیے فقط ایک الماری تھی جس میں دار العلوم کے اہتمام و انصرام کا جملہ اثاثہ پڑا رہتا تھا اور اسی الماری کے آغوش میں ہمارے محترم مولانا سلطان محمود مرحوم نظامت کے فرائض پورے فرماتے، اور اس کے قریب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مسند تدریس ہوتا جہاں وہ بخاری شریف، ترمذی شریف پڑھاتے، بعد میں مولانا گل رحمٰن صاحب کو بھی نظامت کے لیے مقرر کیا گیا اور طلبہ کی وافر تعداد کے پیش نظر ملک کے اجلہ مدرسین کو طلب کیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا عبد الغفور صاحب سواتی، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب بنیری، حضرت مولانا لطافت الرحمٰن صاحب سواتی، حضرت مولانا شائقین صاحب حقی، حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب صدر مدرس آف زروبی اور دیگر بڑے علماء کرام کو دار العلوم حقانیہ میں تدریسی

مناصب پر مقرر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بے پناہ خلوص وللہیت کو شرف پذیرائی سے نوازا اور حضرت کو ایسے رفقاء کار و اراکین عطا فرماتے جو حضرت کے ادنیٰ اشارہ پر ہر مالی، جانی قربانی کے لیے مستعد رہتے، اکثر مدرسین وناظمین متوکل علی اللہ تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سراپا تواضع تھے، انکساری وفروتنی کا جوہر حضرت میں تمام جواہر پہ غالب تھا، دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ ومدرسین وناظمین اور دیگر عملہ کے ساتھ ان کا سلوک نہایت ہی توقیر واحترام کا تھا انہوں نے کبھی بھی کسی ادنیٰ طالب العلم کو درشت اور تلخ کلمات استعمال نہیں فرمائے بعض اوقات اگر بندہ کسی طالب العلم کو امتحان کے دوران نقل کرنے پر یا امتحان گاہ کو دیر سے آنے پر معتوب کرتا یا حضرت کے سامنے حاضر کرتا۔ حضرت فرماتے کہ اب اس کو معاف کر دو آئندہ یہ ایسی حرکت نہیں کریگا طالب العلم کے جانے کے بعد فرماتے کہ رابطہ ضابطہ سے انفع واحسن ہے حضرت عفاف وطہارت، زہد وقناعت، ورع وتقویٰ میں بھی اس دور کے حسن بصری تھے، وہ سفر میں بھی تہجد اور اپنے خاص معمولات وظائف و اوراد کو برقرار رکھتے۔ اس ناچیز کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دور و دراز متعدد رحلات اور قرب وجوار کے کئی اسفار میں بطور خادم سفر کرنے کے مواقع نصیب ہوئے ہیں۔ وہ سحری کے مقبول اوقات میں آہ وبکا، گریہ وزاری اور سوز وگداز کی عجیب کیفیات میں مستغرق ہوتے اور لمبی لمبی دعائیں فرماتے، بعض جلسوں میں حضرت تین تین گھنٹے مسلسل تقریر فرماتے اس کے بعد جب منتظمین جلسہ حضرت کو کسی جگہ آرام کے لیے لیجاتے تو میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دبانے لگتا، حضرت فرماتے آپ آرام کریں حضرت نوافل میں کھڑے ہو جاتے تھے اور دو دو گھنٹے نوافل میں مشغول رہتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بڑا حصہ علوم نبویہ کی ترویج واشاعت میں گذرا، اللہ تعالیٰ نے ان کو افہام وتفہیم کا ایک عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا وہ مشکل ترین مسائل اور پیچیدہ قضایا کو نہایت ہی سلیس اور عام فہم انداز میں حل فرماتے، حضرت ہمیشہ کمزور طلبہ کی رعایت فرماتے، بسا اوقات مشکل مسئلہ مکرر سہ کرر بیان فرماتے، شیخ کی آواز بہت بلند اور موثر تھی۔ جن دنوں میں دورۂ حدیث شریف پڑھ رہا تھا ان ایام میں حضرت کی طبیعت اور صحت بہت ہی بہتر تھی پورے جوش کے ساتھ درس دیا کرتے تھے جو ایک ماہر قوی الحافظہ استاذ کی نشانی ہے حضرت کے دروس ان کے تلامذہ کے دلوں میں کالنقش فی الحجر کندہ اور ثبت ہو جاتی تھیں وہ جملہ ائمہ مجتہدین کے نام پورے ادب واحترام سے لیتے اور ان کے دلائل کو بالتفصیل بیان فرماتے پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو قوی دلائل سے راجح فرماتے وہ مسلسل چار چار گھنٹے باآواز بلند بخاری شریف ترمذی شریف، ابوداؤد شریف کا درس دیتے تھے وہ پابندی کے ساتھ اسباق پڑھاتے، سبق ناغہ ہوتے پر از حد رنجیدہ ہوتے اگر کسی کے جنازہ میں جاتے تو طلبہ کو بھی ساتھ لے جاتے اور جنازہ گاہ میں طلبہ کو پڑھاتے حضرت کے نام جو خطوط ومکاتیب موصول ہوتے حضرت ان کے جوابات کا کامل اہتمام فرمایا کرتے تھے اور خطوط میں کمال ادب واحترام ملحوظ فرماتے یہاں تک کہ اپنے شاگردوں کے نام بھی جو خط لکھتے یا لکھواتے اس میں بھی القاب وآداب والے کلمات ہوتے تھے۔

اس ناچیز نے مسلسل بیس بائیس سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی خطوط لکھنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے، مختلف اکابر وضیوف کی آمد پر عربی، فارسی، اردو، پشتو میں ترحیبی کلمات 'سپاس نامے' لکھے ہیں۔ اگر بعض اوقات کسی بزرگ کے نام کسی خط میں کم درجے کے القاب ہوتے تو حضرت فرماتے کہ انکی جگہ یہ القاب لکھیں، بعض اوقات تو سارے مکتوب کو تبدیل کرنے کا حکم فرماتے، حضرت اپنے تلامیذ ومسترشدین کو زریں نصائح فرماتے مجھے بار بار فرماتے علم چھوٹی کتابوں میں ہے جب تک ان تمام ابتدائی کتابوں کی تدریس نہ کریں بڑی کتابوں کی طرف متوجہ نہ ہوں بار بار والدین کرام کی خدمت اور ان سے دعائیں لینے کے بارے میں تاکید فرماتے طلبہ کے ساتھ تلطف ونرمی اور عامۃ الناس کے ساتھ روابط پر نصیحت فرماتے، کفایت شعاری پر زور دیتے اور فضول خرچی سے منع فرماتے حضرت ہمیشہ تعلیمی سال کے آغاز میں ایک جامع مانع نصیحتوں سے معمور تقریر فرماتے جس میں تمام اساتذہ، مدرسین، طلبہ موجود تھے اس تقریر کا محور تقویٰ اور ادب ہوتا تھا تقویٰ کے ذیل میں اصلاح نیت، نماز باجماعت کی پابندی، التزام طاعات وعبادات، امتثال اوامر واجتناب نواہی پر تفصیل سے خطاب فرماتے اور ادب کے ذیل میں آداب المشائخ والاساتذہ، ادب الاکابر والاسلاف ادب القرآن والسنۃ اور دینی کتب کے ادب اور مساجد کے آداب کے موضوع پر کلام فرماتے اور اپنی طالب العلمی کے عہد میمون کے بعض عبرت آموز واقعات سناتے اسی طرح تعلیمی سال کے اختتام پر ختم بخاری شریف کی مبارک تقریب کے وقت بخاری شریف کی آخری حدیث پر تحقیقی بحث ونقاش فرماتے اور پھر فضلاء کو خصوصی نصائح ووصایا سے محفوظ فرماتے اور اس بات کو زیادہ اہتمام کے ساتھ بیان فرماتے کہ اپنے علاقہ میں علماء کرام اور ائمہ مساجد کا احترام کریں ان کی مخالفت سے اجتناب کریں اگر کسی امام مسجد کی کوئی حرکت یا قول خلاف شرع معلوم ہو تو تنہائی میں پورے توقیر واکرام کے ساتھ بطور گذارش سمجھائیں جس میں توہین واستخفاف کا کوئی شائبہ نہ ہو، اپنے علاقہ میں علوم دینیہ کو پھیلائیں اور رسوم وبدعات کو پوری حکمت عملی اور نرم انداز میں مٹانے کی کوشش کریں۔ تلطف ومدارات کے بہت اچھے اثرات ہوتے ہیں اگر جاتے ہی لوگوں کو کافر ومشرک کہنے لگیں تو عداوت و منافرت کی فضا پیدا ہوگی پھر آپ سے عامۃ الناس متنفر ہوں گے حضرت

کے ان دونوں تقریروں میں عجیب اثرات ہوتے تھے ختم بخاری شریف کی تقریب میں تو گاؤں اور آس پاس کے مضافاتی احباب بھی شریک ہوتے تھے گویا حضرت کی یہ افتتاحی تقریر بمنزلہ مقدمۃ العلم یا مقدمۃ الکتاب کے ہوتی تھی اور آخری اختتامی بیان بطور خاتمۃ الکتاب کے ختامہ مسک کے درجہ میں ہوتا تھا۔

حضرت کو رب العالمین جل جلالہ نے کمال درجہ فصاحت و بلاغت سے نوازا تھا اور بلند آواز کے جوہر سے ان کی مواعظ حسنہ کو مزین فرمایا تھا ان کی تقریر ہزاروں کے مجمع میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے سنائی دیتی تھی وہ معاشرہ کے حالات کے نباض تھے احوال وظروف کے مطابق حکیمانہ مواعظ فرماتے جمعہ کے دن اپنی مسجد میں ان کا خطاب روح پرور ہوتا تھا جس میں گاؤں کے علاوہ علاقہ بھر کے متدین حضرات شریک ہوتے تھے، گاؤں اور باہر کے جنازوں میں حضرت کی شرکت کو موجب برکت تصور کیا جاتا تھا وہ تدفین کے بعد رقائق پر مشتمل وعظ فرماتے، رمضان المبارک کے مہینہ میں مختلف مساجد میں ختم قرآن مجید کی تقریبات میں وعظ فرماتے۔ سرحد و پنجاب کے اکثر مدارس کے جلسہائے دستار بندی اور دیگر تقریبات میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیشمار تقریریں فرمائی ہیں حضرت کی مختصر ترین تقریر پون گھنٹہ اور طویل ترین تقریر تین ساڑھے تین گھنٹے ہوتی تھی۔ حضرت اردو زبان میں بھی پوری سلاست و فصاحت کے ساتھ تقریر فرماتے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ و مشائخ کی نگاہوں میں محبوب و مقبول تھے اور اسی محبوبیت کے اساس پر ان کو اپنے موقر شیخ، شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم الاسلام فخر الاماثل حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیوبند نے دنیا کی عظیم ترین اسلامی یونیورسٹی دار العلوم دیوبند میں دراسات علیا کی کتابوں کی تدریس کے لیے طلب فرمایا۔ بقیۃ السلف حضرت مولانا میاں عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ سرتاج اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ، فخر المحدثین حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، محقق العصر حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، خاتم الفقہاء وبطل الافتاء حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ القرآن شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ اور امیر المحدثین حافظ الحدیث حضرۃ مولانا عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم اور دیگر متعدد اجلہ علماء اسلام اکابر مشائخ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام، دینی، مذہبی، ملی خدمات اور ان کے مبارک اخلاق اور پسندیدہ اوصاف کے تذکرے اپنے مجالس میں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مجھے اور مولانا سمیع الحق صاحب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھنے کے لیے بھیجا، اور ان کے نام گرامی نامہ لکھا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت کا والا نامہ بصد ادب پیش کیا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ از حد مسرور ہوئے اور فرمایا کہ اکابر علماء کا میرے درس پر اعتماد ہے اس لیے اپنے صاحبزادوں اور تلامذہ کو میرے پاس بھیجتے ہیں اور پھر حضرت نے اپنے حجرہ مبارک کے قریب ہماری رہائش کے لیے کمرہ دیا اور دوران قیام خصوصی توجہات سے نوازتے رہے۔ ۱۵؍ شوال کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بندے کے نام گرامی نامہ موصول ہوا کہ دار العلوم حقانیہ میں طلبہ کا داخلہ شروع ہے جدید طلبہ سے امتحان لینے کے لیے کوئی مدرس موجود نہیں ہے آپ رخصت لے کر چند دن کے لیے آجائیں۔ میں نے حضرت کا مکتوب گرامی حضرۃ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کیا، حضرت نے تبسمانہ انداز میں فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کو اجازت نہیں دی ہے لیکن آپ کو حضرت مولانا عبد الحق صاحب نے طلب کیا ہے بدیں وجہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ امتحان کے لیے حاضر ہو جائیں ایک دفعہ حضرت کے ساتھ خیر المدارس ملتان کے سالانہ اجتماع میں حاضر ہوا، ان ایام میں امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فراش تھے حضرت انکی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ باوجود شدید علالت اور کافی ضعف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کھڑے ہو کر معانقہ فرمانے لگے اور فرمایا کہ آپ کی تشریف آوری سے کافی اطمینان نصیب ہوا۔ تقریباً آدھ گھنٹے تک علوم ومعارف کی باتیں ہوتی رہیں آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے دعائیں طلب کیں تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ ہی دعائیں فرمائیں میں آمین کہتا جاؤں گا۔

اسی طرح مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ غورغشتی شیخ الحدیث حضرۃ مولانا نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم حقانیہ تشریف لائے تو حضرت نے ان سے دعائیں طلب کیں تو شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت آپ ہمارے لیے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کو علم کی روشنی سے محروم نہ فرماوے اور علوم اسلامیہ کے درس وتدریس کا یہ مقدس مشغلہ ہمارے خاندان میں تاقیام قیامت جاری وساری رہے۔

میں نے کئی بار بقیۃ السلف حضرت مولانا میاں عزیر گل رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مدح وستائش کے والہانہ کلمات سنے ہیں فرماتے تھے کہ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبد الحق صاحب سے بہت بڑا کام لیا اس میں جاہ وجلال، نسب وحسب کا کوئی دخل نہیں۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو

ایسے عظیم کاموں کے لیے منتخب فرماتے ہیں۔

اسی طرح میں نے برکۃ العصر حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کئی بار حضرت کے بارے میں تعریفی کلمات سنے ہیں وہ فرماتے تھے کہ پاکستان میں دو دارالعلوم میرے ہیں ایک جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور ایک دارالعلوم حقانیہ، حضرت رحمۃ اللہ اپنے اکابر و اسلاف کی زیارت کے لیے جاتے تھے اور ان سے دعائیں و توجہات طلب فرماتے تھے میرے والد بزرگوار مرحوم فرماتے کہ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بطل اسلام مجاہد کبیر حضرت حاجی ترنگزئی رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے گئے تھے انہوں نے حضرت کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔

اسی طرح ناچیز بھی دو دفعہ حضرت کے ساتھ مجاہد اعظم حاجی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے مجاہد آباد عمرزئی حاضر ہوا تھا یہ جملہ اکابر جن کے نام پہلے ذکر کئے گئے ہیں کئی بار دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسوں اور دیگر تقریبات میں تشریف لا چکے ہیں۔ "دلی را دلی مے شناسد" الجنس یمیل إلی الجنس، اللہ تعالے نے حضرت کی مبارک ذات ستودہ صفات میں ایک روحانی مقناطیسی کشش ودیعت فرمائی تھی جو صلحاء امت کے قلوب کو اپنی طرف جذب کرتی رہی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود کی بدولت ہم سیہ کاروں کو بھی ان فوق العادہ نورانی باوقار شخصیتوں کے مقدس و منور چہروں کی دید نصیب ہوئی اور ان اکابر امت کے پر رونق محافل میں دلوں کو جلا و طمانیت میسر ہوتی جن کی زیارت کے لیے عشاق دور دراز اسفار کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں۔ حضرت سے بالذات اور بالواسطہ شرف تلمذ حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضلائے حقانیہ کو کافی عزت و وقار سے نوازا ہے آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں حقانی فارغ التحصیل مختلف جامعات، معاہد و مساجد، دینی مراکز کے حساس مناصب پر فائز ہیں، قضاء و افتاء تدریس، تبلیغ، تصنیف و تالیف، خطابت و وعظ، تزکیۂ نفوس کے مبارک فرائض سر انجام دینے میں مصروف ہیں، صوبہ سرحد صوبہ بلوچستان اور افغانستان کی کوئی بستی اور شہر ایسا نہیں جہاں حضرت کے چمنستان رشد وہدایت کے پھول موجود نہ ہوں، جہاد افغانستان کے اکثر و بیشتر کمانڈر دارالعلوم حقانیہ کے فیض یافتہ ہیں اور سینکڑوں منتسبین حقانیہ جہاد افغانستان میں شہادت نوش فرما چکے ہیں۔ یہ تمام ذخائر صالحات انشاء اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے صدقات جاریہ ثابت ہونگے۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے آخری ملاقات شیر پاؤ ہسپتال میں ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں جب حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت از حد مسرور ہوتے اور تدریسی امور کے بارے میں دریافت فرمانے لگے ان دنوں میں دارالعلوم کراچی میں مدرس تھا، دارالعلوم کراچی کے حالات پوچھے، فرمایا کونسی کتابیں پڑھاتے ہو، کھانے کا کیا انتظام ہے رہائش کہاں ہے پھر گھر والوں کے بارے میں پوچھا، بچے کیسے ہیں۔ امجد علی شاہ کے خطوط مدینہ منورہ سے آتے ہیں، اب وہ کس درجہ میں ہے مجھے کیا معلوم کہ یہ میری آخری ملاقات ہے میں کراچی چلا گیا چند دن بعد ہمارے رفیق مکرم حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب (شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی) نے بذریعہ فون یہ قیامت خیز المناک اطلاع دی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے ہیں اس اطلاع سے تمام دارالعلوم میں رنج و غم کا ایک کہرام مچ گیا میں نے مولانا زرولی خان صاحب کو تاکید کی کہ محترم منصور الرحمٰن صاحب صاحب کو ہوائی جہاز میں سیٹ کنفرم کرنے کا کام سپرد کریں، الحمد للہ رات کے آخری فلائٹ میں جگہ مل گئی، صبح کی نماز اسلام آباد میں پڑھ لی، حاجی افتخار محمد صاحب اپنی گاڑی اسلام آباد لے آئے تھے، اکوڑہ خٹک سورج طلوع ہوتے ہی پہنچے ایک طرف آسمان دنیا کا سورج طلوع ہو رہا تھا دوسری طرف روحانی دنیا کا آفتاب اس دار فانی سے غروب ہو رہا تھا۔ اکوڑہ خٹک کی فضائیں مغموم و محزون نظر آرہی تھیں چاروں طرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و مسترشدین، تلامذہ و خدام، علماء و صلحاء کا بے پناہ ہجوم غم و اندوہ میں مبتلا نظر آرہا تھا۔

دارالعلوم حقانیہ کا وسیع احاطہ اور دارالعلوم کے اردگرد دور دراز تک لاکھوں افراد اپنے عظیم محسن اور روحانی پیشوا کی جدائی پر زار و قطار خون کے آنسو بہا رہے تھے ہمیں بتایا گیا کہ حضرت کے جسد اطہر کو دارالحدیث میں زائرین کے آخری دیدار کے لیے رکھ دیا گیا ہے، وہاں جا کر اجلہ علماء و صلحاء، تلاوت و اذکار میں مصروف تھے حضرت کا نورانی چہرہ نضر اللہ امرءً "سمع مقالتی فوعاها فأداها" کا منظر پیش کر رہا تھا۔
اللہ اکبر چہرہ پر انوار و تجلیات کا عجیب سماں نظر آرہا تھا۔

نشانِ مردِ مؤمن ۔ باتو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

عشاق و خدام حضرت کی دید سے سیر نہیں ہو رہے تھے بار بار زیارت کے لیے آگے بڑھتے تھے۔

وجلا الوداع من الفقید محاسنًا
حسن العزاء وقد جلین قبیح

حضرت پر جنازہ کی نماز ہوائی جہازوں کے گراؤنڈ میں پڑھائی گئی کیونکہ اکوڑہ میں اتنا وسیع میدان موجود نہیں تھا جس میں لاکھوں انسان آسکیں جنازہ میں اکابر علمائے ربانیین اور صلحائے امت اور حکومت کے سربراہوں وزراء وغیرہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

میں نے بعجلت یہ چند منتشر غیر مربوط جملے لکھ دیئے ہیں تاکہ اس مبارک تذکرۂ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت کی سعادت نصیب ہو، حضرۃ

(بقیہ صـ۱۱۹۴ پر)